ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۶ مئی ۱۹۶۱ء

۲۵ پیسے
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

مسلمؑ سے خطاب

: سید فصاحت حسین فصیح ہاشمی :

اے مسلماں پاسبانِ کعبۂ ربِ جلیل
بہترینِ اُمتِ خیر الورا ابطلِ جلیل
بر ملا تجھکو صدا یہ دے رہے ہیں جبرئیلؑ
اُٹھ اور اُٹھ کر تازہ کر پھر سنّتِ حضرتِ خلیلؑ

پھر صنم زار جہاں کو پاک کر اصنام سے
ہو نہ تو ہرگز ہراساں گردشِ ایام سے
لے سبق فعلِ خلیل اللہ خوش انجام سے
مردِ مومن کی طرح پھر کام لے صمصام سے

حیف ہے بھولا ہے تو اپنے بزرگوں کا چلن
وقت ہے اپنے لہو سے سینچ ملّت کا چمن
بُت شکن بن گر ہے پیروئے خلیلؑ بُت شکن
تو مسلماں ہے تو نہ ہو خائفِ دار و رسن

وہ تیری پہلی سی غیرت وہ حمیّت کیا ہوئی
تیرے خوں میں تھی جو ایماں کی حرارت کیا ہوئی
جو تجھے حق نے عطا کی تھی وُہ شوکت کیا ہوئی
کیا ہوئی ہاں وہ تیرے ماضی کی عظمت کیا ہوئی

ہو مقابل کُفر کے پھر حیدرِ کرارؓ بن
سر بکف میداں میں آ پھر خالدؓ دیں دار بن
کربلا ہو تو شہادت کا علمبردار بن
زندگی میں غازی مر کے خُلد کا مختار بن

سیکھ قُربانی کا ڈھنگ حضرت خلیل اللہ سے
توڑ دے پھر کفر کو اِک ضربِ اِلا اللہ سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۶	۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۱ء	شمارہ ۳

اس شمارے میں

شرح چندہ

سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے

سہ ماہی تین روپے فی پرچہ ۲۵ پیسے

ٹیلی فون ۶۷۵۴۵

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ دیں

جب آپ کی چٹ پر سرخ نشان ہو تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہے

عید قربان کا پیغام

اس جہاں کی ہر چیز کی ایک صورت ہے۔ اور ایک سیرت۔ دوسرے الفاظ میں ان کو بالترتیب چھلکے اور مغز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً تربوز۔ اس کے اوپر چھلکا ہے۔ اور اس چھلکے کے اندر گودا ہے۔ وہ اس کا مغز ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر چھلکا اور مغز اکٹھے ہوں۔ تو دونوں کے مجموعے کو اس چیز کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کو ایک دوسرے سے علیٰحدہ کر دیا جائے۔ تو پھر مغز پر اس نام کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ چھلکے پر نہیں ہوتا تربوز کا چھلکا اور گودا اکٹھے ہوں۔ تو دونوں تربوز کہلاتے ہیں۔ اگر توڑ کر چھلکے سے گودے کو علیحدہ کر لیا جائے تو گودہ تربوز کہلائے گا۔ چھلکا پھینک دیا جائے گا۔ اس کو کوئی عقلمند تربوز کہنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

یہی حالت عبادات اور اعمال کی ہے۔ اُن کی بھی ایک صورت اور ایک سیرت۔ یا یوں کہئے کہ ان کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن مثلاً نماز کی صورت یا اس کا ظاہر تو وہ ہیئت کذائی ہے جو قیام رکوع۔ سجود وغیرہ پر مشتمل ہے۔ لیکن اس کا باطن توجہ الی اللہ خشوع و خضوع وغیرہ چیزیں ہیں۔

اللہ تعالےٰ مومنوں کی تعریف کرتے وقت ان کی باقی صفات کے ساتھ نماز میں ان کے خشوع کا ذکر فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (سورۃ المومن رکوع ۱ پ ۱۸)

ترجمہ (فلاح پانے والے وہ مومن ہیں، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں) ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کے حسن سے آراستہ نماز کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر (سورہ العنکبوت رکوع ۵ پ ۲۱)

ترجمہ (بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روک دیتی ہے) روزہ کی ظاہری صورت تو یہ ہے۔ کہ مسلمان اختتام سحری سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا۔ پینا ترک کردے۔ اس کا باطن یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے ہر عضو پر خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عائد کردہ پابندیاں لگائے۔ نہ زبان، نہ کان، نہ آنکھ، نہ ہاتھ اور نہ پاؤں کی قوت ان کی مرضی کے خلاف صرف ہو۔ اس طرح کے روزہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) نماز اور روزہ وغیرہ عبادات اور اعمال جو ظاہر کے ساتھ باطنی حسن سے مزین نہیں اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

قربانی میں بھی دونوں چیزیں ہیں۔

۱۔ ظاہر ۲۔ باطن۔ اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے راستہ میں گائے۔ بکری دنبہ وغیرہ ذبح کردے۔ اس کا باطن وہ جذبہ ہے۔ جس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے سیدنا اسمعیل علیہ السلام کو تعمیل ارشاد باری کے لئے آمادہ کردیا۔

اللہ تعالےٰ کی کروڑوں رحمتیں ان دونوں پر نازل ہوں۔ جن کی وجہ سے انسانیت کا درجہ اور بلند ہوگیا۔ اپنے متعلق نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کہنے والے ملائکہ عظام بھی حیران ہوں گے۔ کہ جس انسان کے متعلق ہم نے کہا تھا۔ مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وہ حکم خداوندی کی تعمیل کرکے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ ان دونوں انبیاء علیہما السلام کے اسی جذبہ نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے ان کے حق میں یہ حکم صادر کروایا وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ اس حکم خداوندی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی لاکھوں مسلمان ان حضرات کی یاد ہر سال منیٰ میں اور اپنے اپنے ملک میں مناتے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں ان کے نقش قدم پر چل کر مسلمان ہر سال قربانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بیج کے طور پر ایسے بندے رکھے ہوئے ہیں۔ جو صحیح معنی میں قربانی کرتے ہیں۔ لیکن اکثریت کی قربانی میں ابراہیمی روح موجود نہیں یعنی قربانی کا ظاہر ہے۔ مگر باطن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ قربانی ہمارے اندر رنگ پیدا نہیں کرتی جس کے پیدا کرنے کے لئے اس کو ہم پر واجب قرار دیا گیا تھا (باقی صفحہ ۶ پر)

ایبٹ آباد میں رُوحانی بہار کا ایک معطّر جھونکا

خصوصی نامہ نگار

مفکر پاکستان کا یہ فرمودہ :۔
ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!
شاعرانہ تخیل ہی نہیں بلکہ حقیقت کا ترجمان ہے جس کا مشاہدہ اسی ہفتے سینکڑوں انسانوں نے کیا

اواخر اپریل میں شرفائے ایبٹ آباد کا ایک وفد امام الاولیاء استاذ العلماء حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زیارت سے شرف یاب ہوئے پھر یہاں تشریف لانے کی درخواست کی جسے حضرت نے بشرطِ صحت قبول فرمالیا۔ بحمدہ تعالیٰ کرم پروری فرماتے ہوئے۔

۱۳ر مئی کی صبح بذریعہ تار اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ حاجی عبدالخالق صاحب کی معیت میں خدام کا ایک وفد راولپنڈی ریلوے اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں اکابر علماء راولپنڈی اور شرفائے شہر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کی زیر قیادت استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ چھ بجے حضرت نے راولپنڈی کو اپنے قدوم سے مشرف فرمایا۔ اگرچہ خدام راولپنڈی کی دلی خواہش تھی۔ کہ حضرت رات وہاں ہی قیام فرمائیں۔ مگر حضرت ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے آٹھ بجے شب ایبٹ آباد کے لئے بذریعہ کار روانہ ہوگئے۔ دس بجے حویلیاں پہنچے جہاں پر جناب حافظ پیر محمد صاحب مہتمم دارالعلوم ہزارہ کی سرپرستی میں خدام کی کثیر تعداد استقبال کے لئے موجود تھی۔ خدام کی درخواست پر حضرت نے مختصر سی چائے منظور فرمائی اور پھر وہاں سے ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہوئے۔

گیارہ بجے سالار منزل کی عظیم الشان کوٹھی کے لان میں اہالیان ایبٹ آباد نے مفتی ہزارہ علامہ محمد اسحٰق صاحب خطیب کی زیر قیادت حضرت کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ مختصر سے تعارف کے بعد حضرت نے رات کو آرام فرمایا ۱۴ر مئی کی صبح ہوتے ہی مشتاقان دید کا تانتا بندھ گیا مانسرہ اور بفہ تک کے خدام آ گئے۔ بلکہ گلگت کے چند خوش نصیب اور کامرہ کلاں۔ کیمبل پور نوشہرہ کے خادم بھی حاضر خدمت ہوگئے اگرچہ حضرت تھکے ہوئے تھے۔ مگر صبح چائے نوشی کے بعد ہی سے بیعت اور ارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو بارہ بجے تک جاری رہا۔ دو بجے آپ نے جامع مسجد کی وسیع ترین دو منزلہ عمارت میں بھی۔ نہ سما سکی۔ بعد از نماز آپ نے خالق اور مخلوق کے عنوان پر مختصر ارشادات فرمائے اور پھر تین بجے مسجد محلہ گنج قدیم کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں تین سال کے بعد درس ترجمہ قرآن کریم ختم ہوا تھا۔ اور مدرسہ تدریس القرآن کے تین بچوں کی تقریب ختم قرآن مجید بھی تھی جوں ہی حضرت موٹر کار سے اترے گلی کوچوں میں آپ پر پھولوں کی خوشنما کلیوں سے بارش کی گئی اور حضرت مسجد میں تشریف لائے۔ سورہ الناس کا درس دیا۔ اور دعائے خاتمہ فرمائی بعد از نماز عصر تا نماز مغرب کوٹھی پر پھر بیعت کا سلسلہ شروع رہا۔ نماز مغرب مسجد محلہ گنج جدید

(باقی صفحہ ۵ پر)

عرفات کا میدان ہے عشّاق کی منزل

لال دین انگر۔ بی اے بی ٹی

لبیک کی تانوں سے ہیں معمور فضائیں تہلیل کے نغمات سے ہمدوش ہوائیں
محبوب کی بستی میں یہ مستانہ صدائیں بندوں کا خدا سنتا ہے۔ بندوں کی دعائیں
"عرفات کا میدان ہے۔ عُشّاق کی منزل"

ہر آنکھ ہے۔ مخمور عبادت کے نشے میں ہر چہرہ منوّر ہے۔ صداقت کے نشے میں
سرشار ہیں حُجّاج سعادت کے نشے میں ذرّے بھی فروزاں ہیں محبّت کے نشے میں
"عرفات کا میدان ہے عُشّاق کی منزل"

یہ کس کے لئے پھرتے ہیں سرگرداں و جویاں ہیں ایک ہی انداز میں فرزانہ و ناداں
خادم ہیں محمدؐ کے یہ دیوانۂ یزداں قرآن سے پُوچھو۔ تو یہ ہیں سچّے مسلماں
"عرفات کا میدان ہے عُشّاق کی منزل"

یہ شاہدِ مطلق کے طلبگار ہیں سارے ہاں یُوسفِ ازلی کے خریدار ہیں سارے
معبُودِ حقیقی کے پرستار ہیں سارے سرکارِ مدینہ کے وفادار ہیں۔ سارے
"عرفات کا میدان ہے۔ عُشّاق کی منزل"

اسلام کے خادم ہیں۔ براہیمؑ کے مَظہر تسلیم کے خوگر ہیں۔ یہ اخلاص کے پیکر
تاروں سے بھی اُونچا ہے کہیں اِنکا مقدّر کب ہو گا بھلا زیرِ فلک اِن کا کوئی ہمسر
"عرفات کا میدان ہے عُشّاق کی منزل"

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲ ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۸ رمئی ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:

دنیا میں زندگی اس طرح بسر کرو جس طرح مسافر کسی جگہ عارضی ٹھکانہ رکھتا ہے

مرتبہ جناب منظور سعید احمد صاحب جالندھری

پہلی بات تو یہ ہے، کہ اس مجلس میں شامل ہونے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری دیتا ہوں - اور مبارک باد دیتا ہوں - اس سلسلہ میں اس سے پہلے کئی بار ایک لمبی حدیث آپ حضرات کے گوش گزار کرتا رہا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان قادریہ میں ہمارے بزرگوں کے ہاں حلقۂ ذکر روزانہ ہوا کرتا تھا - لیکن میں نے بیان کے اسباب کے حالات اور مصروفیات کے پیش نظر فقط جمعرات کو بعد از نماز مغرب اس حلقہ ذکر جہر کا انعقاد اپنا معمول بنایا آپ حضرات چونکہ اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اور کرایہ خرچ کرکے آتے ہیں - لہذا خلوص نیت سے فقط حصول رضائے کا ارادہ کرکے تشریف لایا کریں۔ بعد ارادہ یا دیگر کسی وجہ کو باعث ٹھہرا کر نہ آیا کریں بلکہ کچھ حاصل کرنے کے لئے آیا کریں۔

آج جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے - حضور نبی کریم علیہ وسلم نے فرمایا

حدیث - کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ

ترجمہ حدیث - دنیا کی زندگی اس طرح بسر کرو جس طرح مسافر کسی جگہ عارضی ٹھکانا رکھتا ہے۔

اس حدیث طیبہ میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ دنیا میں مسافروں کی طرح رہیں۔ مسافر جس جگہ بھی قیام کرتا ہے - اس کو عارضی سمجھتا ہے - اور نہ کسی سے مخالفت کا آغاز کرتا ہے - اسی طرح مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے - کہ ایک مسافرانہ زندگی بسر کریں - دنیا قیام کو عارضی خیال کریں۔ اور اس قیام کو مستقل قرار نہ دیں - دنیا کی نعمتوں، دوستوں رشتہ داروں غرضیکہ ہر قسم کے تعلقات کو فانی خیال کریں - کیونکہ بے بقا کو باقا سمجھنا نادانی ہے - ہرگز کسی سے تنازع نہ کیا جائے بلکہ اگر کوئی خواہ مخواہ درپے آزار ہو - تو اس کے جواب میں وہی انداز اختیار نہ کیا جائے بلکہ صبر سے کام لیا جائے - کیونکہ جب مسافر سفر میں ہوتا ہے - اور راستے میں کتے اس پر بھونکتے ہیں۔ تو مسافر ہرگز کتوں کا سا انداز اختیار نہیں کرتا - بلکہ خاموشی سے گزر جاتا ہے - شریفوں کے مقابلہ میں بُرے آدمیوں کی مثال بالکل کتوں کی سی ہے - جو خواہ مخواہ کیچڑ اچھالتے ہیں۔ اور آوازے کستے ہیں - اور طرح طرح کی دل آزار حرکتوں سے شریف النفس لوگوں کو تنگ کرتے ہیں - مگر شریف انسان اُن کے مقابلہ میں چپ سادھ لینے میں اور کوئی جواب نہیں دیتے - اللہ تعالےٰ یہ حال بنادے تو دین و فلاح دنیا کی فلاح ہوسکتی ہے - ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔

میں نے یہ حدیث فقط تبرک کی وجہ سے نہیں پڑھی ہے - بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنا عندیہ اپنے رسول اللہؐ کے قلب اطہر پر القا فرمایا - اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ اتمام حجت ہو رہا ہے کیونکہ رسول اللہؐ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے - ارشاد باری تعالیٰ - وما ینطق عن الھوا ان ھو الا وحی یوحی - ترجمہ - رسول اللہ نہیں فرماتے بلکہ جو اللہ تعالےٰ اُنہیں القا فرماتا ہے - جن احباب کا اصلاح باطن کے لئے تعلق میرے ساتھ ہے وہ خاص طور پر میرے مخاطب ہیں - ویسے میں دعا کرتا ہوں - کہ اللہ تعالےٰ سب کو اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے - اس حدیث پاک پر عمل کریں - مقدمہ بازی نہ کریں - کتے اگر بھونکتے ہیں - تو بھونکتے رہیں - بعض انسان صورت شیطان سیرت ہوتے ہیں -

اے بسا ابلیس آدم بروئے ہست

ہر شخص کو اپنا رہبر نہ بنا لو - یہ حدیث ایک سبق ہے - اس پر عمل کرو - ورنہ قیامت کے دن پکڑے جاؤ گے - یہ اتمام حجت ہو رہا ہے - میں رسول اللہ کی طرف سے سنا رہا ہوں تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ آپ کا پیغام ہم تک پہنچا نہیں تھا -

تقسیم سے قبل اکثر مشاہدہ میں آیا - کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کے ۵ فیصدی مقدمات بھی بمشکل ہوتے تھے - ورنہ ۹۵ فیصدی مقدمات مسلمانوں کے مسلمانوں کے خلاف یا ہندوؤں کے مسلمانوں کے خلاف ہوتے تھے - ہندو اگر ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے بھی تھے - تو اپنی دکانوں پر کھڑے رہتے تھے - ایک کہتا تھا - تو ادھر آ - دوسرا کہتا تھا - تو ادھر آ - اور بس اتنی ہی تکرار پر لڑائی ختم ہو جاتی تھی - مگر یہ سہرہ مسلمانوں کے ہی سر رہا ہے کہ پہلے باتوں باتوں میں اختلاف پیدا ہوا - اور دیکھتے ہی دیکھتے گالی گلوچ پھر ہاتھا پائی تک نوبت آگئی - حتی کہ ایک نے دوسرے کو چاقو گھونپ دیا - ایک اس طرح ختم ہوگیا - اور مقدمہ چلنے کے بعد قاتل تختہ دار پر لٹک گیا - اور اس طرح دو خاندان تباہ ہوکر رہ گئے

میرے دوستو طبیعتوں پر قابو رکھو - جبر اور صبر کی عادت ڈالو - خدا کو یاد رکھو - یہ دنیا فانی ہے - اور اس دنیا کی ہر چیز بھی فانی ہے - اپنے معاملات درست کرو - رزق حلال کما کر کھاؤ - لاہور میں اکثر چیزیں - جو بظاہر حلال ہوتی ہیں - فی الحقیقت حرام ہو گئی - - - - ہوتی ہیں - نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں قرآن مجید میں قوم عمین کا لفظ آتا ہے - یعنی اندھی قوم - چودہ لاکھ آبادی میں شاید ہی کوئی بینا ہو - جو حرام اور حلال میں تمیز کرکے لوگوں کی رہنمائی کرسکے - فقط سور اور کتے ہی حرام نہیں ہوتے - بلکہ دودھ گوشت اور نمک بھی حرام ہوسکتا ہے جس کی وضاحت میں کئی دفعہ اپنی معروضات میں کرچکا ہوں - اکثر افراد چیز تولتے وقت یا کپڑا ناپتے وقت اور سنار سونا دیتے وقت گاہک کو دھوکہ دیتے ہیں - اور اس طرح دیگر بیوپاری سودا دیتے وقت گاہک کو دھوکہ دیتے ہیں - اور اسی طرح دیگر بیوپاری سودا دیتے وقت دکھاتے کچھ ہیں - اور دیتے کچھ ہیں - اور اپنی حلال کمائی کو حرام بنا لیتے ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون

خدا کے لئے رسول اللہؐ کو بدنام نہ کرو مسلمان ہو تو مسلمانوں جیسے کام کرو - اگر آپ کو مرنا یاد ہو - اور اس دنیا کو فقط مسافر خانہ کی حیثیت دیتے رہا کرو - تو کبھی اس حرکات کے مرتکب نہ ہوسکو - بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو اس حدیث پاک پر عمل کرنے کی توفیق بخشے - وما توفیقی الا باللہ

(بقیہ ایبٹ آباد میں روحانی بہار)

میں ادا فرمائی اور اس سے متصل ایک دکان میں خواجہ عبدالسلام صاحب مرید خاص کی درخواست پر مستورات کو شرف بیعت سے نوازا یہ سلسلہ نو بجے تک جاری رہا۔

رات کو آرام فرمایا۔ اور ۱۵ر کی صبح ہوتے ہی پھر بیعت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ساڑھے سات بجے مسجد کابلیاں میں درس ترجمہ قرآن کا افتتاح فرمایا اور ساڑھے آٹھ بجے مدرسہ تجوید القرآن پولیس لائن میں ایک بچے کی تکمیل حفظ قرآن کی دعا فرمائی۔ بعض لوگوں نے وہاں بھی شرف بیعت حاصل کیا۔ واپسی پر مسجد کیہال میں بچوں کا قرآن کریم سُنا۔ اور مدرسۃ البنات کی منتظمہ صاحبہ کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے تھوڑی دیر وہاں بھی تشریف لے گئے۔ اس قدر مصروف وقت گزارتے ہوئے ۱۵ر مئی کے دس بجے راولپنڈی کے لئے روانہ ہوگئے۔ خطیب اعظم ہزارہ، ٹریفک مجسٹریٹ مہتمم دارالعلوم ہزارہ اور کئی افراد نے حویلیاں کے بے حد اصرار پر آپ نے جامع مسجد میں ایک کثیر اجتماع کو دینی تعلیم اور اسلامی احکام کی اہمیت سمجھائی۔ اور دوپہر کا کھانا وہاں ہی تناول فرماکر راولپنڈی روانہ ہوئے۔ جہاں اکابر علماء شہر موجود تھے آپ ٹھیک ساڑھے تین بجے ریل کار سے لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔ مدظلہم العالی ودامت برکاتہم اس مختصر سے قیام میں آپ نے سینکڑوں افراد کو شرف بیعت سے نوازا۔ یہ چند گھنٹے ایبٹ آباد میں یوں معلوم ہوتے تھے کہ جیسے عید کا دن ہے اور اس امر کا یقین ہوگیا۔ کہ آج بھی حق کے متلاشی موجود ہیں۔ کوئی مخلص قائد اگر مل جائے تو لوگ آج بھی پروانہ وار نثار ہونے کو تیار ہیں

اپیل

مخزون محمد رفیع ہزاروی نے دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ سے رسید بک ۴، ۲۹، ۴۳، ۶۲، ۶۵ برائے فراہمی چندہ حاصل کرکے ۲۲ کو اور برائے اخراجات سفر مبلغ -/۲۰ روپیہ پیشگی بھی حاصل کئے تھے

حلیہ:۔ گندمی رنگ۔ آنکھوں میں اعور نظر کا چشمہ استعمال کرتا ہے۔ میانہ قد۔ میانہ تن۔ کبھی سر پر رومال باندھتا ہے کبھی پکھول پہنتا ہے اُس نے ابھی تک دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کو موصول چندہ نہیں بھیجا۔ برائے مہربانی جن صاحب کے پاس چندہ کے لئے آئے۔ اُس کو پکڑ کر حوالہ پولیس کرے۔ اور ہم کو بھی مطلع فرماویں۔ نہایت دین پروری ہوگی

اراکین دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ ضلع پشاور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جمعہ گناہوں کا کفارہ ہے!

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَلَمْ یَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰی مَا کَتَبَ اللهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ کَانَتْ کَفَّارَةً لِمَا بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِیْ قَبْلَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

ترجمہ۔ ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ اور اپنے کپڑوں میں سے اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو اس کے پاس ہو۔ تو اس کو لگائے پھر جمعہ کی نماز کو جائے۔ اور لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا مسجد میں داخل نہ ہو۔ پھر جس قدر نماز خدا نے اس کے مقدر میں لکھی ہے یعنی سنت وہ پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ کو کھڑا ہو تو خاموش بیٹھ جائے۔ یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو تو یہ اس کے گناہوں کا کفّارہ ہوگا۔ جو اس نے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کئے ہیں۔

جمعہ کے دن اچھا کپڑا پہنو

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ یَّتَّخِذَ ثَوْبَیْنِ لِیَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰی ثَوْبَیْ مِهْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے اگر کوئی جمعہ کی نماز کے لئے علاوہ کاروباری یا محنت مزدوری کے لباس کے دو اور کپڑے بنالے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

گردنوں کو پھاند کر آگے نہ جاؤ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ الْجُهَنِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اُتُّخِذَ جِسْرًا اِلٰی جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ۔ معاذ بن انس جہنیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص جمعہ کے دن آدمیوں کی گردنوں کو پھاندے گا بنایا جائے گا۔ وہ شخص پل جہنم کی طرف۔

خدام ایبٹ آباد نے حاجی رحمت اللہ، حاجی محمد اشرف، بابو عبدالمجید، حاجی محمود، حافظ محمد رفیقؒ بابو عبدالرحمن پر مشتمل ایک استقبالیہ کمیٹی بنائی تھی جس نے تمام واردین کے قیام اور طعام کا بہترین انتظام فرمایا تھا۔ جزاہم اللہ الجزا

بقیہ اداریہ صفحہ ۳ سے آگے

بقیہ اداریہ صفحہ ۳ سے آگے

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے لاڈلے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو وہ اس کی تعمیل کے لئے تیار ہوگئے یہی وجہ ہے کہ ان کی اس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے فدینہ بذبح عظیم سے نوازا۔ ہمیں خدا کا حکم قرآن کے الفاظ میں یا حدیث خیر الانامؐ کی شکل میں سنایا جائے۔ تو ہم تعمیل سے جی چرائیں اور طرح طرح کے بہانے بنائیں۔ ہماری قربانی بلا روح ہونے کے باعث ہمیں قعرِ مذلت سے بھی نہیں نکال سکتی

ہو اگر اب بھی ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ہمارے اندر بھی اگر تعمیل ارشاد باری کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہماری انفرادی اور اجتماعی سب مشکلات دور ہو جائیں۔ عید قربان ہر سال ہمیں یہی پیغام دینے کے لئے آتی ہے۔ آیئے آج اس کے پیغام کو دل کے کانوں سے سن کر اس کو اپنانے کا مصمّم ارادہ کریں۔

اللہ تعالےٰ مسلمانان عام کو عموماً اور قارئین کرام کو خصوصاً اس کی توفیق مرحمت فرمائیں آمین یا الہ العالمین۔

خطبۂ یوم الجمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی۔ دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں کے درمیان فرمودہ

آداب صحبت

پہلا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ = سوائے اس کے نہیں۔ کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے یعنی اسلام میں سب مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ذات پات کا سوال بحیثیت مسلمان ہونے کے کوئی معنی نہیں رکھتا سب کلمہ گو اسلام ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہاں ذات پات کے لحاظ سے

فرق کرنا یہ ہندوانہ ذہنیت ہے۔ چونکہ پاکستان کے مسلمان دراصل ہندوؤں کی اولاد ہیں سوائے سادات کرام اور انصاری حضرات کے ان کا نسب نامہ مدینہ منورہ والوں سے جاملتا ہے سادات کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔ جو ان کے آباء و اجداد مدینہ منورہ سے اس ملک میں تشریف لائے ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس انصاری حضرات کے آباء و اجداد بھی مدینہ منورہ سے آئے ہیں۔ باقی سب مسلمان یہاں کے ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ کسی برادری کو اپنے آباء و اجداد کا مسلمان ہونا یاد ہے۔ اور کسی کو یاد نہیں ہے

لہٰذا

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ البتہ ذات پات کا کسی فرقے کو اگر شرف ہے تو وہ سادات کرام یا انصاری حضرات کو۔

لہٰذا

اب نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کوئی بیرونی شرف قابل توجہ نہیں ہے۔ تو سادات کرام اور انصاری حضرات کا اور وہ باقی مسلمانوں میں آٹے میں نمک کے مقدار بھی نہیں ہیں۔

وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا) سورۃ الحجرات رکوع ۱ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرا دو

حکم تو وہی ہے جو آپ سُن چکے

لیکن موجودہ مسلمانوں کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً اگر کہیں دو پارٹیوں میں لڑائی ہو جائے تو جس جماعت کو جس دھڑے کے ساتھ پہلے سے ہی دشمنی ہے۔ اس کے خلاف دوسرے دھڑے میں شامل ہو جائے۔ بہانہ تو یہ ہے۔ کہ اس جماعت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اپنا بیر لے رہے ہیں۔

اللّٰهم اعذنا من هذا المكر الدنى

تیسرا

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

حاصل

یہ ہے کہ کوئی مرد کسی دوسری قوم کے مرد کو ذلیل سمجھ کر ٹھٹھا نہ کرے۔ مثلاً ایک شخص زمیندار گھرانے سے ہے۔ اور دوسرا حجاموں کے گھرانے سے ہے۔ تو زمیندار برادری والا حجام کے گھرانے والے پر ٹھٹھا کرے اور ٹھٹھے کرنے کی علت فقط یہی ہے۔ کہ وہ شخص حجام ہے۔ کیوں ٹھٹھا نہ کرے ممکن ہے بارگاہ الٰہی میں وہ حجام مقبول ہو۔ اور تم چوہدری برادری میں ہونے کے باعث مقبول بارگاہِ الٰہی حجام پر ٹھٹھا کر رہے تھے۔ اس لئے مردود ہو۔ اور یہ مرض پنجاب کے مسلمانوں میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین یا الٰہ العالمین

چوتھا

(وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دو

مثلاً

ایک شخص کسی گاؤں کا امام مسجد تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو پڑھایا۔ اور وہ تھانہ دار ہو کر اسی گاؤں میں آگیا۔ جہاں اس کا باپ امامت کرتا تھا۔

طعنہ

کل تو اس تھانہ دار کا باپ ہمارے دروازوں سے روٹیاں مانگ کر کھاتا تھا۔ اب اسی کا بیٹا ہم پر تھانہ دار ہو کر آگیا ہے۔

یہ طعنہ

بیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے حکمرانی اور عزت دیتا ہے۔ اور جس متکبر کو چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اور یہ انقلاب کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

پانچواں آداب صحبت

یہ ہے۔ (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ اور دوسرے کے نام نہ دھرو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔

حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اول مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں۔ پھر بتلایا۔ کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے۔ تو پُر زور اور مؤثر طریقہ سے اس کو مٹایا جائے۔ لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو۔ کوشش ہونی چاہیے۔ کہ کم از کم جذبات منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پائیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہو۔ بس ایک دوسرے کا تمسخر و استہزاء کرنے لگ جاتا ہے ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی۔ اور ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ وہ اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک اس سے بہتر

ہو۔ بلکہ یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد و نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے۔ اور قلوب میں اس قدر بُعد ہو جاتا ہے۔ کہ صلح اور ائتلاف کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ آیہ ہذا میں خداوند قدوس نے اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کیساتھ نہ مسخراپن کرے۔ نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں۔ نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ بُرے ناموں اور بُرے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے۔ کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے۔

چھٹا آداب صحبت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآیۃ سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

اختلاف و تفریق باہمی کے بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے۔ ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو۔ اس کا محال اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں۔ اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو۔ ہمیشہ اس کی طبیعت بُرے پہلو کی طرف چلے گی۔ اور اسی بُرے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دے گا۔ پھر نہ صرف یہ ہی کہ ایک بات حسب اتفاق پہنچ گئی۔ بدگمانی سے اس کو غلط معنی پہنا دئے۔ نہیں۔ اس جستجو میں رہتا ہے۔ کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں۔ جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں۔ اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس کو گرم کریں ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں۔ تو جو اختلافات بدفہمی سے پیش آ جاتے ہیں۔ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں۔ اور ان کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

ساتواں آداب صحبت

(وَلَا تَجَسَّسُوْا) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶ اور کسی کا بھید نہ ٹٹولا کرو۔ مثلاً یہ کہو۔ کہ مخالف نے الفاظ تو یہ کہے ہیں وہ اگرچہ سنگین نہیں ہیں۔ مگر ان الفاظ سے مراد اس مخالف نے یہ لی ہے۔ حالانکہ یہ مراد اگرچہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو لیکن اپنی گمانی سے وہ مراد متعین کر لی اس طرح پر مت کیا کرو۔ تاکہ اپنی بدگمانی سے سیدھی بات کا بتنگڑ کرکے پھر اس پر دشمنی کی بنیاد رکھو

آٹھواں آداب صحبت

قولہ تعالیٰ (وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا) (سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶)

ترجمہ۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے

یعنی

کسی کے پس پشت ایسی بات نہ کہے۔ کہ اس شخص کو معلوم ہونے پر وہ بُرا منائے۔

نواں آداب صحبت

تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں

اس کا ثبوت

(یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ) (سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶)

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں۔ تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بےشک اللہ (تعالیٰ) سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

کا فرمان ہے۔ کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی مخلوقات پرند و چرند طبعاً نر اور مادہ ایک جگہ اکٹھے تو رہتے ہیں۔ نہ کہ جتھیاں بنا کر رہنے کے سوا انہیں چارہ کار نہ ہو

بخلاف انسان کے

اس کی ضروریات سوائے ایک دوسرے کے تعاون کے پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے کے سوا چارہ کار نہیں۔ مثلاً جانور تو کچا دانہ کھا کر بھی گزارہ کر سکتے ہیں۔ اور پرند چرند۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا بنایا ہے۔ کہ سردی اور گرمی میں ایک ہی لباس خداداد میں گزر اوقات کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کے بدن پر پروں کا لباس ہے۔ جو کہ سردی اور گرمی میں یکساں گزارہ کر سکتے ہیں۔

بخلاف

انسان کے اس کا بدن بالکل ننگا ہے۔ اسے گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے الگ الگ لباس چاہئے۔

مثلاً

انسان کا لباس بنانے کے لئے کپاس چاہئے۔ کپاس پیدا کرنے کے لئے کاشت چاہئے۔ کاشت کے لئے ہل چاہئے۔ ہل بنانے کے لئے لوہا چاہئے لوہا لانے کے لئے کان کنی کا فن چاہئے۔ کان کنی کے لئے موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ایٹم بم چاہئے جو پہاڑ کو پاش پاش کرکے اُڑا دے۔ اور یہ سب کام جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں۔ ایک آدمی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ایک دوسرے سے تعاون کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ تو کہیں ایک دوسرے کی ضروریات پوری ہوں گی۔

اس لئے

یہ انسان ہی کی ضروریات کے متعلق ہے۔ یعنی مدنی الطبع ہونا یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا۔

بخلاف

باقی حیوانات اور پرند و چرند کے۔ گھاس کھانے والوں کو کہیں گھاس مل گئی۔ تو وہ کھا کر پیٹ بھر لیا۔ اور دانہ چگنے والوں کو کچا دانہ مل گیا۔ تو وہ چگ لیا

اس لئے

گزشتہ معروضات عرض کرنے سے حاصل یہ نکلتا ہے۔ کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس لئے ایک دوسرے سے مل جل کر رہنے کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں اور مل کر رہنے کے لئے ایک قانون چاہئے اسی قانون صحبت کو آداب صحبت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

اور وہ قانون جو بیان کیا ہے وہ من جانب اللہ (تعالیٰ) نازل شدہ ہے۔ اب اس کی پابندی ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے

وما علینا الا البلاغ

پیغام خلیلؑ

(۲)

ان کو اس بیباکی اور جسارت کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے حیرت سے پوچھنے لگے۔

اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ o

ترجمہ۔ کیا تو حق لے کر آیا ہے یا دل لگی کر رہا ہے۔

(سورۃ الانبیاء ع ۵ پ)

میں نے جواب دیا

بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ

(سورۃ الانبیاء ع ۵ پ)

ترجمہ۔ بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات کی شہادت دینے والوں میں سے ہوں

اور ساتھ ہی ان کو آگاہ کر دیا۔

تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ)

(ترجمہ۔ اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک چال چلوں گا۔ جب تم چلے جاؤ گے۔

بُت شکنی

چنانچہ جب وہ لوگ عید منانے کے لئے شہر سے باہر گئے۔ تو میں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور بت کدہ میں گھس کر ایک تیشہ سے بڑے بُت کے سوا سب بتوں کے ٹکڑے کر دئے۔ جب انہوں نے واپس آکر اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھا تو کہرام مچ گیا اور پریشان ہو کر پکارنے لگے۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ o (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ)

ترجمہ۔ کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کیا؟ بے شک وہ ظالموں میں سے ہے۔

معاملہ کی تفتیش ہوئی۔ قیاس کے تیر چلائے گئے۔ ایک دوسرے سے پوچھا گیا۔ کہ ایسی جرأت کون کر سکتا ہے۔ آخر بعض نے کہا۔

سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ابراہیم ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے وہ ان معبودوں کی تنقیص اور مذمت کیا کرتا تھا۔ ہو نہ ہو یہ کارروائی اسی کی ہے چنانچہ میری گرفتاری کا حکم ہوا۔

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ شہادت دیں۔

مجھے پنچوں کے سامنے لایا گیا۔ جنہوں نے پوچھا۔

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ

(سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ اے ابراہیم کیا تو ہی نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ (برا سلوک) کیا ہے؟

میں نے لطیف پیرایہ میں الزامی جواب دیا جس سے وہ اپنے مشرکانہ عقیدے کی لغویت محسوس کر کے حقیقت پر غور کریں کیونکہ دعوت و اصلاح کا یہ ایک موثر طریقہ ہے جو ہر واعظ اور مبلغ کو اختیار کرنا چاہئے محض لٹھ مارنے سے کوئی دعوت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ میں نے ان سے کہا۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا پس ان سے پوچھ لو اگر یہ بات کرتے ہوں۔

ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی مبلغ اور مصلح کو انسانی فطرت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ تبلیغ و اصلاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے یقین کرنا چاہیے کہ انسان طبعاً حق پسند ہے۔ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اور بعد میں ماحول کے اثر یا والدین کی تعلیم و تربیت سے غیر مسلم بن جاتا ہے۔ اور اس کو پھر مسلم بنانا گو مشکل ہو مگر ناممکن نہیں ہے۔ انبیاء اور ان کے متبعین کا فرض منصبی اَمر بِالْمَعْرُوْف اور نہی عَنِ الْمُنْكَر یعنی غیر مسلم کو مسلم بنانا ہے۔

چنانچہ اس حکیمانہ جواب کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ باوجودیکہ وہ کئی پشتوں سے کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ لیکن میری حق گوئی سے متاثر ہو کر سوچ میں پڑ گئے اور اپنے عقائد کی رکاوٹ محسوس کرنے لگے اور یہی میں چاہتا تھا

فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ وہ اپنے دل میں سوچنے لگے اور پھر بولے یقیناً تم ہی ظالم ہو

یعنی ہم ابراہیم کو ظالم کہتے تھے۔ لیکن دراصل وہ نہیں بلکہ ہم خود ظالم ہیں۔ جو ایسے لچر عقیدے رکھتے ہیں۔

گویا میرا جواب کسی حد تک کامیاب ہوا اور انہوں نے بُت پرستی پر نادم ہو کر اپنے ظالم اور اہل باطل ہونیکا اقرار کر لیا۔ وہ بغلیں جھانکنے لگے۔

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ۔ پھر انہوں نے شرم سے سر جھکا لئے۔ آخر لاجواب ہو کر دبی زبان سے بولے۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ o (سورۃ الانبیاء ع ۵ پ۱۷)

ترجمہ۔ اے ابراہیم تم جانتے ہی ہو۔ کہ یہ بُت بات نہیں کرتے۔

یہی میں ان سے کہلوانا چاہتا تھا۔ جب انہوں نے اس طرح اپنے معبودوں کی بیچارگی اور شکست کا اعتراف کر لیا تو میں نے کہا۔

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ الانبیاء ع پ)

ترجمہ۔ پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہونچاتی ہے۔ نہ ضرر دیتی ہے تف ہے تم پر اور اس چیز پر جسے تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔

میں نے اس خوش اسلوبی سے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ اور حکمت و موعظت کے ساتھ ان کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلایا لیکن ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ میرے پیغام کی صداقت کے قائل ہونے کے باوجود اسے قبول کرنے اور اپنے آبائی مسلک کو ترک کرنے اور میری مخالفت سے باز آنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ میری تقریر سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جب ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور طیش میں آکر بولے

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

فَاعِلِيْنَ ٥ (سورۃ الانبیاء ع ٥ پ۱۷)

ترجمہ۔ اسے جلاؤ اور اپنے معبودوں کی (توہین کا انتقام لے کر ان کی) مدد کرو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔

جب آدمی اپنے حریف کا مقابلہ دلائل سے نہیں کرسکتا تو وہ ایسے ہی اوچھے ہتھیار استعمال کرتا ہے۔

تبلیغ ہدایت کا راستہ کانٹوں سے بھرا ہؤا ہے۔ جس میں ہرقدم پر عزت اور مال بلکہ جان کا بھی خطرہ ہے۔ میں نے جب اس راہ میں قدم رکھا تو ساری قوم میرے خون کی پیاسی ہوگئی۔ لیکن یہ بات خلاف توقع نہیں تھی۔ اور میں نے اپنے مال اور جان کو اللہ کی امانت سمجھ کر اور اس کی راہ میں قربان کرنے کا عزم کرکے یہ قدم اٹھایا تھا۔ اس لئے مخالفت کے طوفان کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹا رہا۔ اور پیچھے نہ ہٹا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان کے ہر شر سے نجات دی اور وہ ناکام اور نامراد رہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (سورۃ الانبیاء ع ٥ پ۱۷)

ترجمہ ہم (اللہ تعالےٰ) نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا۔ اور ابراہیمؑ پر سلامتی بن جا اور ان لوگوں نے اس کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا۔ پس ہم نے ان کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا بنایا

نمرود سے مقابلہ

اہل بابل نے میری دلیل سے ذلیل ہوکر بادشاہ وقت نمرود سے شکایت کی کہ بابل میں ایک شخص ہمارے آبائی مذہب سے روگرداں ہوکر ہم کو ایک نئے دین کی دعوت دے رہا ہے۔ جس سے بڑے فتنے کا اندیشہ ہے بادشاہ نے مجھے دربار میں طلب کیا۔ اب مجھے قوم کے صنم اکبر کا مقابلہ کرنا تھا۔ بُت صرف پتھر کے مجسمے کو نہیں کہتے۔ بلکہ جس چیز کو خدائی حقوق دے دئے جائیں۔ وہی بُت ہے یہاں تک کہ اگر انسان اپنے نفس کی ایسی اطاعت کرے جیسی خدا کی کرنی چاہئے۔ تو نفس اس کا بت اور معبود ہے۔ نمرود الوہیت کا مدعی تھا اور رعایا سے اپنی پرستش کراتا تھا۔ لہذا وہ گوشت پوست کا زندہ اور چلتا پھرتا بت تھا۔ جس کا توڑنا بدرجۂ اولیٰ فرض تھا۔

جب مجھے دربار میں لایا گیا تو بادشاہ نے پوچھا۔ تمہارا رب کون ہے؟

میں نے جواب دیا۔

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (سورۃ البقرۃ ع ۳۵ پ۳)

ترجمہ۔ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

وہ بولا۔

اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ۔

ترجمہ۔ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں یعنی میں اپنی رعایا کی جانوں کا مالک ہوں۔ لہذا رب ہوں۔

چونکہ وہ سیارہ پرست تھا۔ اس لئے میں نے کہا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (سورۃ الانبیاء ع ٥ پ)

ترجمہ۔ بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے۔ پس تو اسے مغرب سے لا یعنی جب تم کو خدائی اختیار حاصل ہے تو سورج پر بھی قدرت ہوگی۔ یہ سن کر وہ مبہوت ہوگیا۔ کیونکہ آفتاب کے پرستار کی حیثیت سے اس کے طلوع وغروب کے مختار ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا تھا۔

خاندان۔ قوم اور سلطنت میرے دشمن بن گئے۔ لیکن مجھے اپنے رب پر بھروسہ تھا اور اس کی معیت حاصل تھی۔ اس لئے ان کے غلبہ واقتدار۔ سطوت وعظمت اور شان و شوکت سے مطلق مرعوب نہ ہوا۔ حق گوئی سے زبان نہ روکی اور پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہونے دی۔ بلکہ صبر و تحمل اور استقلال کے ساتھ مؤثر اور دلاویز طریقہ سے ان کو پیغام حق سناتا رہا

لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا (سورۃ الانعام ع ۹ پ۷)

ترجمہ۔ تم جس چیز کو اس (اللہ) کا شریک قرار دیتے ہو۔ میں اس سے نہیں ڈرتا۔ مگر یہ کہ میرا رب جو کچھ چاہے

ہجرت

آخر جب بابل میں میرا قیام ناممکن ہوگیا۔ تو اللہ کے حکم سے میں اپنی بیوی سارہ کے ہمراہ ترک۔۔۔۔ وطن کرکے اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ (میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں) کہتے ہوئے فلسطین میں آباد ہوگیا۔ جس کا وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا۔ جب مجھے ایک ضرورت سے مصر جانا پڑا تو وہاں کے بادشاہ نے اظہار عقیدت کے طور پر اپنے خاندان کی ایک شہزادی ہاغار (ہاجرہ) میری زوجیت میں دے دی۔ یہود و نصاریٰ جو میری اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور میری نسل میں صرف سارہ کی اولاد (اسحاقؑ اور اس کی ذریّت) کو مانتے ہیں اور پیغمبر اسلام سے بغض وتعصب کے جوش میں ہاجرہ کی تنقیص کرنے کے لئے ان کو باندی کہتے ہیں وہ تاریخی واقعہ پر غور کریں۔ ہاجرہ باندی نہیں بلکہ شہزادی تھیں اور میری رفیقۂ حیات کی حیثیت سے سارہ کی ہمسر تھیں۔ ایک شخص کی تمام ازواج کے حقوق مساوی ہوتے ہیں۔

میں سن رسیدہ ہونے کے باوجود اب تک اولاد سے محروم تھا۔ ہجرت کے بعد میں نے ایک صالح فرزند کے لئے دعا کی۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (سورۃ الصفت ع ۳ پ۲۳)

ترجمہ۔ اے میرے رب مجھے ایک فرزند عطا کر جو صالحین میں ہو

کیونکہ دعا توکل اور تسلیم و رضا کے منافی نہیں بلکہ عبادت کی روح انبیاء کی سنت ہے اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبول کرکے ایک حلیم فرزند کی بشارت دی۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ چنانچہ ہاجرہ سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ اس وقت میری عمر اسّی برس سے زیادہ تھی۔

اہل وعیال کی جدائی

اب میری ایک اور آزمائش کی گئی جو گزشتہ آزمائشوں سے زیادہ سخت تھی۔ یعنی مجھے حکم ہوا کہ اپنی بیوی ہاجرہ اور شیرخوار اکلوتے بچے کو اپنے سے جدا کرکے اس بیابان میں پہونچا دو جو عالمگیر ہدایت کا سرچشمہ بننے والا ہے اپنی زندگی بھر کی تمناؤں کے نتیجہ اور نور نظر اور بڑھاپے کے سہارے کی مفارقت میرے لئے جس قدر جاں گداز ہو سکتی تھی اس کا اندازہ ہر شخص نہیں کرسکتا۔ لیکن میرے پاس کسی ارشاد الہٰی کا جواب اَسْلَمْتُ (میں نے اطاعت کی) کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لئے میں نے حسب عادت سر تسلیم خم کرلیا اور بیوی اور بچے کے ہمراہ صحراء عرب کا رُخ کیا۔ اور اس سنسان بے آب وگیا مقام پر پہونچا جس کی طرف مجھے اشارہ کیا گیا تھا وہاں نہ کھانے پینے کا سامان تھا۔ کسی جاندار کا نشان۔ انسان کا تو کیا ذکر ہے پرندہ بھی پر نہیں مارتا تھا۔ تاحد نگاہ لق و دق ریگ زار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے وحی کے ذریعہ سے حکم ہوا کہ بیوی اور بچے کو یہیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ان کے نگہبان ہم ہیں۔ میں نے حسب معمول بے چون وچرا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہہ دیا۔ کیونکہ مشیّت ایزدی کے مقابلہ میں دم مارنے کی مجال نہیں اور رضاء الہٰی تمام تعلقات پر راجح ہے چنانچہ میں ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر وہاں سے

چل دیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ

ترجمہ۔ اے ہمارے رب بے شک میں نے اپنی بعض ذریت کو تیرے حرمت والے گھر کے قریب ایک بے زراعت وادی میں ٹھہرا دیا۔

مجھے واپس جاتا دیکھ کر ہاجرہ قدرتی طور پر گھبرائیں اور پوچھنے لگیں۔ اِلٰی مَنْ تَکِلُنَا آپ ہمیں کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا اِلَی اللّٰہِ اَکِلُکُمْ (میں تم کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں) اس پر وہ بولیں اِذًا لَّا یُضِیْعُنَا (اگر یہ بات ہے تو وہ ہم کو ضائع نہ کرے گا۔

میں ان کے ایمان و ایقان کے اس مظاہرہ سے خوش ہوا اور ان کو اللہ کے سپرد کرکے چلا آیا۔ بندہ اپنے مالک و خالق سے جیسا گمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہے۔ جب ہاجرہ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی یہ ہے کہ ان کے بچے کو میدان میں تنہا چھوڑ دیا جائے۔ تو ان کو اطمینان ہوگیا اور انہوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کردیا۔ اسی کا نام ایمان ہے

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کے توکل اور صبر کے صلہ میں ان کی اور ان کے لخت جگر کی حفاظت اور تربیت کے لئے اس ویران صحرا میں تمام سامان مہیا کر دیا۔ اور اس جگہ ایک شہر (مکہ) آباد ہوگیا۔ جو آئندہ ھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ کا مرکز بنا

بیٹے کی قربانی

اس کے بعد میں بعض اوقات اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کے لئے مکہ معظمہ جاتا تھا۔ جب اسمٰعیلؑ تیرہ برس کا اور میرا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوگیا تو میرا ایک اور امتحان لیا گیا جو پچھلے امتحان سے بھی زیادہ دشوار اور لرزہ خیز تھا یعنی مجھے خواب میں حکم ہوا کہ اکلوتے بیٹے کو اللہ کے نام پر اپنے ہاتھ سے قربان کردو۔

چونکہ اس حکم کا تعلق اسمٰعیلؑ سے تھا۔ اس لئے میں نے پہلے اسے آگاہ کر دینا مناسب سمجھا تا کہ وہ غلط فہمی میں نہ رہے۔ اور وقت پر کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ میں نے اس سے کہا۔

یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (سورۃ الصفت ع ۳ پ۲۳)

ترجمہ۔ اے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں پس بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

اسماعیلؑ نے بلا تامل وہی جواب دیا۔ جس کی توقع اس جیسے سعادتمند فرزند سے ہوسکتی تھی

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (سورۃ صفت رکوع ۳ پ۲۳)

ترجمہ۔ اے باپ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے بجا لائیے۔ اگر اللہ نے چاہا۔ تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے

جب میں اور اسمٰعیلؑ اللہ کے سامنے جھک گئے۔ اور میں نے اسے ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل گرایا اور چھری چلانی چاہی تو غیب سے ندا آئی

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (سورہ الصّٰفّٰت ع ۳ پ۲۳)

ترجمہ۔ اے ابراہیم تو نے خواب کی تصدیق کر دی ہے۔ بے شک ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ صریح آزمائش ہے

یہ وحی سن کر میں رُک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری نیت کی بنا پر میری قربانی قبول کرلی۔ اور مجھے امتحان میں کامیاب قرار دیا اور اس کے عوض میں اسمٰعیلؑ کو صحیح و سالم رکھنے کے علاوہ دوسرے بیٹے اسحاقؑ کی بشارت دی۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (سورہ الصّٰفّٰت ع ۳ پ۲۳)

ترجمہ۔ اور ہم نے اسے بشارت دی۔ اسحاق کی جو ایک نبی تھا صالحین میں

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے اور اس کو آخرت کے علاوہ بعض اوقات دنیا میں بھی گرانقدر انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اس نے میرے ذکر کو قیامت تک باقی رکھنے (وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ) اور میری ذریت کو ستاروں کے برابر بنانے (تورات سفر التکوین ۱۵) کا وعدہ کیا۔ مجھے لوگوں کا پیشوا بنایا (اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا) اور نبوت و رسالت کی نعمت قیامت تک کے لئے میری اولاد کے ساتھ مخصوص کردی۔

وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (سورۃ العنکبوت ع ۳ پ۲۰)

ترجمہ۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو نبوت اور کتاب دی اور اسے اس کا اجر دنیا میں دیا۔ اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں ہے۔

تجدید کعبہ

اس کے بعد خواب کی حقیقی تعبیر ظاہر ہوئی یعنی اللہ تعالےٰ نے مجھے اور اسماعیل کو اس کام کو کرنے کا حکم دیا۔ کہ جس کے لئے میرے اہل عیال کو اس بے خبر وادی میں آباد کیا گیا تھا۔

اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ ع ۱۵ پ۱)

ترجمہ۔ کہ میرے گھر کا طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کرو۔

ہم دونوں نے بیت اللہ کی پھر سے تعمیر کی۔ اسماعیلؑ پتھر اٹھا کر لاتا تھا۔ اور میں چنائی کرتا تھا۔ جب دیواریں اتنی اونچی ہوگئیں کہ زمین پر کھڑے ہوکر کام کرنا مشکل ہوگیا۔ تو میں ایک پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگا اس پتھر کا نام مقام ابراہیم ہے۔ ہم بیت اللہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ اور اس کی دیواریں اٹھاتے وقت اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کر رہے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

(البقرۃ ع ۱۵ پ۱)

ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہماری یہ خدمت قبول کر۔ بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں ایک امت پیدا کر جو تیری فرمان بردار ہو اور ہمیں حج کے طریقے بتا اور ہم پر رحم کے ساتھ مائل ہو۔ بے شک تو ہی رحم کے ساتھ مائل ہونے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب (اہل مکہ) میں ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور کتاب و حکمت سکھائے اور پاک کرے بے شک تو ہی قوت اور حکمت والا ہے۔

اطلاع

(۱) منی آرڈر کرتے وقت کوپن پر اپنا صاف پتہ لکھدیں۔ اور رقم بھی ٹھیک طرح لکھیں

۲۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مینجر

جناب حافظ عبد المجید صاحب (چکوال)

قربانی کی شرعی حیثیت

اسلامی دنیا کے طول و عرض میں ہر سال قربانی کی رسم بڑے جوش و خروش اور تزک و احتشام سے منائی جاتی ہے۔ قربانی ایک نہایت مقدس، بابرکت اور نیک کام سمجھا جاتا ہے۔ علماء و فضلاء، ائمہ دین اور رہنمایان شرع متین اس کی بڑی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر وفور ذوق و ولولہ سے قربانی کی رسم ادا کرتا ہے۔ بلکہ غربا کا ہر فرد بھی پورے جذبہ کے ساتھ کوشاں رہتا ہے۔ کہ وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر اُخروی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکے۔ الغرض ہر مسلمان کے دل و دماغ پر قربانی کی فضیلت و تقدیس کا اتنا گہرا تصور جاگزیں ہے۔ کہ اسے آخرت کی بھلائی اور کامرانی و سرفرازی کا ایک بہترین وسیلہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور اسی جذبہ کے تحت ہر سال لاکھوں بلکہ کروڑوں کی مالیت کے جانور قربان کر دیئے جاتے ہیں۔

اس موقع پر تجسس و غور و فکر کے عادی اور تحقیق کے دلدادہ اصحاب کے ذہنوں میں چند سوالات نمودار ہوتے ہیں۔

۱۔ قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس عمل میں وہ کونسی روح کار فرما ہے کہ جس کے باعث مسلمان اتنے شوق سے قربانی کی رسم ادا کرتے ہیں؟

۲۔ کیا قربانی کا حکم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے؟ اور کیا اس کا رواج شروع اسلام سے چلا آتا ہے یا اسے بعد میں اسلام کے اندر داخل کیا گیا؟

۳۔ کیا قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے ہے۔ یا تمام عالم اسلام کے لئے عام ہے؟

۴۔ مسلمان ہر سال کروڑوں کی رقم قربانی پر صرف کر دیتے ہیں۔ اور اس سے انہیں کوئی قابل التفات فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ بظاہر یہ سب رقم ضائع ہی جاتی ہے۔ اس رقم سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے اور اسے مسلمانوں کی معاشی حالت کی استواری میں صرف کرنے کے لئے کیا یہ حکم ہے اور کیا شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ یہی رقم قربانی پر ضائع کرنے کی بجائے قومی فنڈ میں جمع کی جائے اور اسے ملی سود و بہبود کے کاموں پر صرف کیا جائے؟

قربانی کی حقیقت و روح معلوم کرنے کے لئے اسلام کا نظریۂ حیات پیش رکھنا ضروری ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کی تمام اشیاء، سورج، چاند، ستارے، جمادات، نباتات، جاندار و بے جان اور آب و آتش سب کے سب نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ درکار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور روئے زمین کی تمام چیزیں بھی انسان کے آرام و آسائش کے لئے ہی تخلیق کی گئی ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (پ ۱ ع ۳)

ترجمہ۔ وہی (اللہ) جس نے پیدا کیا تمہارے لئے" جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

لیکن

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
(اقبال)

خود انسان کی پیدائش کا مقصد اپنے خالق و پروردگار اور مالک و رازق کی اطاعت و فرمانبرداری ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس کی خوشنودی میں گزرے اور اس کا ہر قدم اور اس کی ہر حرکت اسی کے اتباع کی آئینہ دار ہو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
(سورۃ الذاریت پ ۲۷ ع ۳)

ترجمہ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

گویا انسانی زندگی کا مقصد وحید خدائے تعالےٰ کی عبادت و اطاعت ہے اور انسان کا مطمح نظر یہی ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرے اور اس کا قرب و مقبولیت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ ؎

تا بہ حق دیدنش نادیدنش
خوردنش نوشیدنش خوابیدنش
در رضائش مرضئ حق گم شود
"ایں سخن کے باور مردم شود"
(اقبال)

اس بلند مقصد کے حصول کے لئے انسان کو بعض اوقات مال و دولت، جاہ و حشمت اور جسم و جان تک بھی قربان کر دینے پڑتے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کا ہر وہ عمل جس کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو اسے قربانی کہتے ہیں۔

القربان کل ما یتقرب بہ من اللہ تعالیٰ من ذبیحۃ وغیرھا۔ المنجد ص۶۴۸

ترجمہ۔ قربانی ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو۔ خواہ وہ ذبیحہ ہو یا کچھ اور

اور

القربان ما یتقرب بہ الی اللہ و صار فی التعارف اسما النسیکۃ التی ھی الذبیحۃ
(المفردات امام راغبؒ ص۴۰۸ وکذا فی الصریح)

ترجمہ۔ قربانی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کیا جائے اور عرف عام میں ذبیحہ کو قربانی کہتے ہیں۔

گویا ہر قسم کی قربانی کا مقصد خدائے تعالیٰ کا قرب اور اس کے ہاں مقبولیت حاصل کرنا ہے۔ اور مسلمان اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر قربانی کی رسم ادا کرتے ہیں۔ تو اُن کا یہ عمل حد درجہ قابل ستائش ہے اور بلا شبہ ان کی آخرت کی بھلائی کا سامان ہے۔

ابتدائے آفرینش ہی سے ذبیحہ یعنی جانور کی قربانی کو قرب خداوندی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور یہ رسم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آتی ہے۔ چنانچہ ہابیل و قابیل ہر دو فرزندان آدمؑ کی قربانی کا تذکرہ ان الفاظ سے قرآن کریم میں موجود ہے۔

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ (پ ۶ ع ۹)

ترجمہ۔ جب دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی نا مقبول۔

علاوہ ازیں قربانی کو انبیائے کرام کا معجزہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک کہ آپ قربانی نہ دیں اور اس کی مقبولیت کی علامت کے طور پر آسمان سے آگ اتر کر اسے نیست و نابود نہ کر جائے۔ اس کا جواب بارگاہِ الٰہی سے یہ آیا۔ کہ بے شک

ہم نے بہت سے انبیاء کرام کو یہ معجزہ عطا فرمایا - کہ ان کی قربانیاں مذکورہ طریقہ سے قبول ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن تم جب ان پر ایمان نہیں لائے۔ تو اب کیسے ایمان لے آؤ گے؟

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ ط

ترجمہ۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ عہد کیا ہے - کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لاویں۔ حتی کہ وہ ہمارے پاس قربانی لائے - جسے آگ کھا جائے - آپ فرما دیجئے کہ بے شک مجھ سے پہلے تمہارے پاس پیغمبر معجزوں کے ساتھ آئے اور اس (معجزہ) کے ساتھ بھی جو تمہارا مطالبہ ہے۔ پھر تم نے ان (پیغمبروں) کو کیوں قتل کیا؟

نیز قربانی کا یہ دستور ہر امت پر فرض رہا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (پ ع)

ترجمہ۔ اور ہم نے ہر امت کے واسطے قربانی مقرر کی تا کہ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ نے عطا فرمائے۔

اس آیت کے تحت صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔

"تم سے پہلے بھی ہم نے ہر قوم کے لئے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لئے جاری کی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے حضرت موسیٰ اور حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم (علیہم السلام) کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ جیسا کہ اہل کتاب کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں ہیں"۔ (ج ۵ ص ۱۸۱)

اور امت محمدیہ کے لئے قربانی کو شعائر دین کی حیثیت دے دی گئی ہے

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ - (پ ع)

ترجمہ - اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں بنا دیا ہے -

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"قربانی کے شعائر دین ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں"

(فتح الباری ص ۳۲۳)

"شعائر دین" کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ط (شعائر اللہ کی تعظیم دلی تقووں میں سے ہے) واضح ہو کہ شریعتوں کی بنا شعائر اللہ کی تعظیم اور ان کے ذریعہ خدا کے حضور میں تقرب حاصل کرنے پر ہے اور شعائر سے مراد وہ ظاہر محسوس چیزیں ہیں۔ جن کی وجہ سے خدا کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس طرح سے مخصوص ہوں - کہ ان شعائر کی تعظیم خدا کی تعظیم ہو اور انہیں کوتاہی بارگاہ خداوندی میں کوتاہی سمجھی جائے یہ تعظیم لوگوں کے دلوں میں اسی طرح سے راسخ ہو جائے۔ اور ان کے دلوں سے نہ نکل سکے اگرچہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اور شعائر کا وجود قدرتی طور پر ہو جایا کرتا ہے۔ اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی عادت یا خصلت لوگوں کے دلوں میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ وہ ان میں مشہور اور شائع ہو کر بمنزلہ بدیہی امور کے ہو جاتی ہے - اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی - پس اس وقت ان پر شعائر کی تعظیم فرض ہو جاتی ہے" (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۱۳۱)

علاوہ ازیں امت مسلمہ کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (پ ع)

ترجمہ۔ تم ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو

اسی طرح مسلمانوں کی مروجہ قربانی بھی دراصل ملت ابراہیمی ہی کی پیروی ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم کی قربانی کا ذکر یوں آیا ہے

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ (پ ع)

ترجمہ - پھر جب دونوں (باپ بیٹا) مان گئے اور بیٹے کو باپ نے پیشانی کے بل گرایا۔ تو ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچا کر دکھایا ہم مخلصین کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یہ ایک بڑا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اور چھوڑا ہم نے اس (رسم قربانی) کو پچھلوں میں۔

ہر کہ در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بند زن و اولاد شد
می کند از ماسوای قطع نظر
می نهد ساطور بر حلق پسر (اقبال)

چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

"حضرت زید بن ارقم راوی ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا - یہ قربانیاں کیا چیز ہیں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پھر صحابہ نے پوچھا کہ ہمارا ان میں کیا فائدہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا - ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی - صحابہ نے عرض کیا تو اون کا کیا حکم ہے یا رسول اللہ؟ ارشاد فرمایا اون کے ہر رووئیں کے عوض ایک نیکی ہے"

(مسند احمد - ابن ماجہ)

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ مروجہ قربانی، جان کی قربانی کا بدل ہے - اور چوں کہ بدل کا بدل جائز نہیں ہوتا۔ اس لئے قربانی کے بدلہ میں فدیہ وغیرہ دینا اسی سے ناجائز ثابت ہو گیا۔

علاوہ ازیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا ہے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ (پ ع ۷)

ترجمہ۔ فرما دیجئے - میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں - اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے۔

علامہ جصاص (المتوفی ۳۷۰ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"نُسُکی سے مراد قربانی ہے کیونکہ قربانی کو نسک بھی کہا جاتا ہے - اور اسی طرح ہر وہ ذبیحہ جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کیلئے ہو۔ وہ بھی نسک کہلاتا ہے خود قرآن کریم میں دوسری جگہ (فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) بمعنی قربانی آیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نسک کو نماز کے

ساتھ ذکر کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں نماز عید و قربانی مراد ہیں اور یہ آیت وجوب قربانی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ میں امر کا لفظ ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے" (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۷)

اور اگر صلوٰۃ کا مفہوم مطلق نماز لیا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح نماز فرض ہے۔ اسی طرح قربانی۔ نیز یہ آیت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی جب کہ نہ حج فرض ہوا تھا۔ اور نہ اس کے مراسم و مناسک مقرر ہوئے تھے۔ اس لئے یہاں قربانی سے حج کی قربانی مراد لینا کسی قرینہ سے بھی ممکن نہیں

اسی طرح قرآن کریم میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی دینے کا حکم دیا گیا ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

ترجمہ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لئے اور قربانی دیں۔

اس آیت میں بھی قربانی کا ذکر نماز کے فوراً بعد کیا گیا۔ جس کا یہی مطلب ہے کہ جس طرح نماز ہر مسلمان پر فرض ہے اسی طرح قربانی بھی فرض ہے۔ اور اگر بقول حسن بصریؒ صلوٰہ یوم النحر و نحر البدن (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۵) نماز بقر عید اور ذبح قربانی مراد لی جائے تو یہ بھی قربانی کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت مجاہدؒ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ وانحر سے ذبح قربانی مراد ہے (سنن الکبریٰ ج ۹ ص ۲۵۹)

تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر روح المعانی ابن کثیر وغیرہ میں نحر بمعنی قربانی کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔ علامہ جصاص فرماتے ہیں۔

"جن لوگوں نے اس کے معنی اونٹ ذبح کے بیان کئے ہیں۔ انہی کی بات صحیح ہے کیونکہ اس لفظ کا حقیقی مفہوم یہی ہے اور مطلق لفظ نحر سن کر ایک عرب اس مفہوم کے سوا کچھ نہ سمجھے گا۔ کہ اس نے آج اونٹ ذبح کیا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۵۸۵)

نیز علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

"امر مقتضی ہے وجوب کا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے۔ تو ہم پر بھی واجب ہے۔ فرمان باری فَاتَّبِعُوْنِیْ" (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۴)

نیز تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۰۲ میں بھی قربانی کو واجب ثابت کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث میں قربانی کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ حضرت ۔۔۔۔ ابن سلیم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام عرفات ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال ایک قربانی ضروری ہے"

(جامع ترمذی جلد ۱ ص ۲۷۹)

یہ حدیث سنن ابی داؤد، سنن کبریٰ، امام نسائی سنن ابن ماجہ مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ مسند بزار معجم طبرانی، مسند ابی یعلیٰ اور سنن بیہقی میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر گھر پر ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ہر گھر کا آدمی ہر سال حج پر تو نہیں جا سکتا اس لئے قربانی سے حج کی قربانی مراد لینا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

۲ حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ ایام نحر ذی الحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ) میں آدم کے کسی بیٹے کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں"

(ترمذی جلد ۱ ص ۲۷۵ تعلیق الصبیح جلد ۲ ص ۱۱۱)

ظاہر ہے۔ کہ آدم کے بیٹوں سے مراد صرف حاجی نہیں بلکہ تمام اولاد آدم ہے۔ جس سے قربانی کی عمومیت اظہر من الشمس ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص باوجود وسعت کے قربانی نہ کرے۔ وہ ہماری عیدگاہ کے قریب تک نہ آئے" (ابن ماجہ، احمد ابن ابی شیبہ، ابو یعلےٰ، دارقطنی، حاکم) ظاہر ہے کہ قربانی کی تاکید ایسی جگہ فرمائی گئی ہے۔ جہاں عید کی نماز ہوتی ہے۔ اور مکہ میں تو عید کی نماز ہوتی ہی نہیں۔ جس کا یہی مطلب ہے۔ کہ قربانی صرف حج کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۴۔ حضرت علیؓ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فاطمہؓ اٹھ! اور (بوقت ذبح)، اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیوں کہ قربانی کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور (بروز قیامت) اس (قربانی) کا خون اور گوشت لایا جائے گا۔ اور تیرے میزان میں ستر حصے بڑھا کر رکھ دیا جائے گا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے عرض کیا۔ یا یا رسول اللہ! کیا یہ ثواب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ فرمایا آل محمد کے ساتھ خاص بھی ہے۔ اور سب مسلمانوں کے لئے عام بھی

۵ حضرت حسینؓ بن علیؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو۔ اور اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو۔ وہ قربانی اس شخص کے لئے دوزخ سے آڑے آجائے گی (طبرانی کبیر)

۶۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو۔ کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی (کنز الاعمال)

۷ حضرت ابوطلحہؓ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح کرنے کے بعد) دوسرا دنبہ ذبح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری امت میں سے مجھ پر ایمان لایا۔ اور جس نے میری تصدیق کی۔ (موصل وکبیر و اوسط)

۸۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے روز حضرت عائشہؓ کی طرف سے گائے کی قربانی کی (مسلم)

۹۔ حضرت حنشؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے دو دنبے قربانی کے لئے۔ اور فرمایا ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ میں اسے کبھی نہ چھوڑوں گا (ابوداؤد ترمذی)

حضرت علیؓ حج نہیں کر رہے تھے۔ ان کا یہ عمل اور حضورؐ کی تاکید سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ قربانی صرف حاجیوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔

ان تمام آیات و احادیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ قربانی کا حکم قرآن و حدیث میں منصوص ہے۔ اور کتاب و سنت سے صراحتاً ثابت ہے۔ قربانی کی رسم ابتدائے اسلام سے اسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ تمام فقہائے امت کے نزدیک قربانی ایک مشروع فعل ہے اور سنن اسلام میں سے ہے اختلاف اگر ہے تو صرف واجب ہونے میں ورنہ سنت ہونے میں تو سب کا اتفاق ہے

علامہ ابن حجرؒ عسقلانی لکھتے ہیں

"اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔ شافعیوں اور جمہور کے نزدیک یہ سنت موکدہ ہے بطریق کفایت اور شافعیہ میں ایک دوسری رائے یہ ہے۔ کہ فرض کفایہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ مقیم اور خوشحال آدمی پر واجب ہے۔ امام مالکؒ کی رائے بھی ایک روایت کی رو سے یہی ہے۔ مگر انہوں نے

مقیم کی قید نہیں لگائی۔ اوزاعیؒ، ربیعہؒ اور لیثؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ حنفیوں میں سے ابویوسفؒ اور مالکیوں میں سے اشہبؒ نے جمہورؒ کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے یہ ہے۔ کہ قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ قربانی واجب ہے امام محمدؒ کہتے ہیں کہ قربانی ایک ایسی سنت ہے۔ جسے چھوڑ دینے کی اجازت نہیں۔" (فتح الباری ص ۲ ج ۱۰)

اس سے جہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ قربانی اہم شعائرِ دین میں سے ہے۔ وہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ صرف حاجیوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مذکورہ بالا آیاتؔ احادیث میں سے کسی سے بھی صراحتًا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قربانی صرف حج کے موقع کے لئے خاص ہے۔ مزید احادیث ملاحظہ ہوں

۱۔ حضرت جندبؓ بن عبداللہ سے روایت ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا۔ پھر قربانی فرمائی۔ اور فرمایا جو نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی کر چکا ہے۔ وہ اس کے بدلہ میں دوسری قربانی ذبح کرے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہے نماز عید مدینہ میں ہی پڑھی ہوگی۔ کیونکہ مکہ میں تو نماز عید ہوتی ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود قربانی دینا اور نماز عید سے پہلے دی ہوئی قربانی کے اعادہ کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ قربانی کا حکم صرف حج کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے عام ہے۔

۲۔ حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ میں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقرعید کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے آپ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا۔ تو آپ نے ذبح کرتے ہوئے پڑھا۔ "بسم اللہ واللہ اکبر" پھر دعا کی "الٰہی یہ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی"۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

۳۔ حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے پہلا کام جس سے ہم آج کے روز ابتدا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں۔

.... جس نے اس پر عمل کیا۔ اس نے ہمارے طریقہ کے مطابق کیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا۔ تو اُس کا شمار قربانی میں نہیں ہے بلکہ وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے مہیا کیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔ جس نے نماز کے بعد ذبح کیا۔ اس کی قربانی پوری ہوئی۔ اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پا لیا۔
(بخاری ص ۱۳۳ ج ۱، ص ۸۳۲ ج ۲)

ظاہر ہے کہ یہاں ذکر نماز بقرعید اور قربانی کا ہی ہے۔

۴۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے ہمیں مدینہ میں بقرعید کی نماز پڑھائی۔ پھر کچھ لوگ بڑھے اور اس خیال سے کہ حضورؐ ذبح فرما چکے ہیں۔ اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کر ڈالا۔ پس حضورؐ نے اُنہیں حکم دیا کہ ایک اور قربانی کریں۔
(مسلم ج ۲ ص ۱۵۵)

۵۔ حضرت ابو زید انصاریؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ انصار کے گھروں میں سے ایک گھر کے سامنے گزر رہے تھے۔ کہ آپؐ کو گوشت کی خوشبو محسوس ہوئی۔ آپ نے حضرت ابوبردہؓ بن نیار کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک انصاری نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا (ابن ماجہ ص ۲۳۵)

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں۔ کہ حضورؐ نے مدینہ میں اونٹ کی قربانی کی۔ اور جب آپ اُونٹ کی قربانی نہ کرتے تو عید گاہ میں ہی قربانی کر لیا کرتے تھے۔ (سنن نسائی ص ۱۱۹ ج ۲)

۷۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے سات اُونٹ کھڑے کر کے ذبح کئے اور مدینہ میں دو املح رنگ کے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ (بخاری مجلد اول ص ۲۳۱ و ص ۲۱۰)

۸ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے مدینہ طیبہ میں کبھی اونٹ کی قربانی کی۔ اور کبھی بھیڑ اور بکری کی (سنن الکبریٰ)

۹۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ مدینہ طیبہ میں قربانی کے دنوں میں ایک کثیر تعداد قافلہ آیا۔ تو حضورؐ نے اعلان کرا دیا۔ تین دن سے زائد گوشت اپنے گھروں میں نہ رکھا جائے۔ باقی سب قافلہ والوں میں تقسیم کر دو
(موطا امام مالک ص ۱۸۰)

۱۰ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے اس گلی کے کنارہ پر قربانی کی جو بنو زریق (انصار مدینہ کا ایک قبیلہ) کے راستہ پر واقع تھی (ابن ماجہ ص ۲۳۵)

۱۱۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر اونٹ کی قربانی کی سات شخصوں کی طرف سے اور گائے کی قربانی بھی سات شخصوں کی طرف سے کی (ترمذی۔ ج ۱ ص ۱۸۵)

۱۲۔ حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم علاقہ فارس میں دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے۔ اور ہمارے جرنیل آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ ہمیں پریشانی لاحق ہوئی کہ قربانی کے دن آ گئے ہیں۔ اور ہمیں سال بھر عمر کی بکریاں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ تو حضرت مجاشع بن مسعودؓ نے فرمایا۔ اگر بکریاں نہیں مل سکتیں تو کیا حرج ہے۔ میں نے رسولؐ خدا سے سُنا ہے کہ چھ ماہ سے زیادہ عمر کی بھیڑ کی قربانی بھی جائز ہے۔ سو ان کی قربانی کر لو۔ (مستدرک۔ ص ۲۲۶ ج ۴ نسائی ص ۱۸۰ ج ۲ سنن الکبریٰ ص ۲۷۰ ج ۹)

اگر قربانی حج کے علاوہ کہیں بھی جائز نہ ہوتی تو ان مسلمانوں کو پریشانی کی ضرورت ہی کیا تھی۔

۱۳۔ حضرت علی بن حسینؓ ابو رافعؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے موقع پر دو مینڈھے خریدتے تھے خوب موٹے تازے بڑے سینگوں والے اور چت کبرے پھر جب آپؐ نماز پڑھ چکتے اور خطبہ سے فارغ ہو لیتے تو ان میں سے ایک مینڈھا پیش کیا جاتا۔ اور آپؐ اپنے مصلے ہی پر کھڑے کھڑے اس کو ذبح فرما دیتے۔ (مسند احمد)

۱۴۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ ہم مدینہ منورہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۸۳۵ ج ۲)

اور اگر مدینہ میں قربانی ہوتی ہی نہ تھی تو قربانی کا گوشت پیش کرنے کا کیا مطلب

۱۵۔ حضرت ابوسعیدؓ الخدری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک خاص مصلحت کے تحت) فرمایا "اے مدینہ کے رہنے والو! قربانی کا گوشت تم تین دن کے بعد نہیں کھا سکتے۔ (مسلم ص ۱۵۲ ج ۲ مستدرک ص ۲۳۴ ج ۴)

۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ والوں کو فرمایا) تم میں سے کوئی بھی قربانی کو تین دن سے زیادہ نہ کھاوے (مسلم بخاری)

۱۷۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ راوی ہیں کہ حضور کے مذکورہ بالا فرمان پر لوگوں نے شکایت کی کہ "ہمارے اہل و عیال، بھائی بند اور

غلام اور خدمت گار ہیں۔ (یعنی اگر تین دن سے زیادہ اجازت ہو تو ہمارا کام بہت دنوں تک چلتا رہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھاؤ اور کھلاؤ۔ اور بند رکھو یا رکھ چھوڑو۔ (یعنی اب تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی اجازت ہے۔ (مسلم)

یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے رہنے والوں کو دیا۔ اور اگر مدینہ میں قربانی ہوتی ہی نہ تھی۔ تو اس حکم کے رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر لوگوں کے شکایت کرنے کی کیا وجہ تھی؟

۱۸۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ میں) فرمایا اے ثعبانؓ اس قربانی کے گوشت کو پکا (مسلم)

اگر قربانی صرف حج کے ساتھ مخصوص تھی۔ اور مدینہ میں قربانی ہوتی ہی نہ تھی۔ تو مدینہ میں قربانی کے گوشت کا کیا مطلب؟

۱۹۔ حضرت سلمہؓ راوی ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے (ترمذی ص۱۸۰ ج۱، سنن نسائی ص۱۶۹ ج۲)

اس قربانی سے حاجی کی قربانی مراد نہیں لی جاسکتی۔ کیونکہ حاجی کو تو بحالتِ احرام بال منڈوانے کی اجازت ہی نہیں اور اگر کوئی حاجی بال منڈوا دے تو اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔

"اسی پر عمل ہے۔ حضور کے اہل علم صحابہؓ کرام کا کہ احرام والا اگر اپنا سر منڈائے۔ یا ایسے کپڑے پہنے جن کی محرم کو اجازت نہیں۔ یا خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ لازم ہے (ترمذی ص۲۹۲ ج۱)

گویا کہ حاجی کو بال کٹوانا بوجہ احرام جائز نہیں۔ لیکن اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قربانی سے وابستہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ کہ جنہیں بال کٹوانا صرف قربانی کے ارادہ سے منع ہے۔ اور وہ حاجی نہیں بلکہ مدینہ یا کسی بھی شہر کے مقیم باشندے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت وجوبی طور نہیں بلکہ استحبابی طور پر ہے۔

۲۰۔ حضرت یحییٰ بن سعیدؓ حضرت ابو امامہؓ صحابی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم قربانی کے جانوروں کو موٹا کیا کرتے تھے۔ اور باقی مسلمان بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (ترمذی ص۳۳۲ ج۲)

۲۱۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ راوی ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ کہ عید قربان آگئی۔ ہم سات اشخاص نے ایک گائے میں شرکت کی۔ (ترمذی ص۱۸۵ ج۱)

اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام حاجی نہ تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے عید قربان کے دن قربانی دی۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ قربانی صرف حاجی کے ساتھ مخصوص نہیں

۲۲۔ حضرت بُشیرؓ بن یسیار سے روایت ہے۔ کہ ابو بردہؓ بن نیار نے حضورؐ سے پہلے قربانی ذبح کرلی۔ تو آپؐ نے دوسری قربانی کا حکم دیا انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ میرے پاس تو اب کچھ نہیں صرف ایک بکری ہے۔ ایک سال کی آپؐ نے فرمایا۔ اسی کو ذبح کر۔ (موطا امام مالک ص۴۳۰)

۲۳۔ حضرت عبادہ بن تمیمؓ سے روایت ہے کہ عویمر بن اشقرؓ نے دسویں تاریخ کی فجر سے (اور ایک روایت میں نماز عید سے پہلے) قربانی ذبح کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے دوسری قربانی کا حکم دیا۔ (موطا امام مالک ص۴۳۱)

۲۴ حضرت نافع سے روایت ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے قربانی کی۔ ایک بار مدینہ میں تو مجھے حکم دیا۔ ایک سینگ دار بکرا خریدنے کا اور اسے بقر عید کے روز عیدگاہ میں ذبح کرنے کا۔ (موطا امام مالک ص۴۳۱)

حضورؐ کے ایک جلیل القدر صحابی کا عمل ملاحظہ فرمایئے۔

ان تمام حدیثوں میں قربانی کے لئے اَضْحٰے کا لفظ آیا ہے۔ نہ کہ ہُدی کا۔ اور حج کی قربانی کو ہدی کہتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حج کی قربانی ہدی کے علاوہ ایک اور قربانی بھی ہے جس کا حج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث نے تو اس قربانی پر مہر تصدیق اور زیادہ مضبوطی سے ثبت کر دی ہے۔

۲۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے دس سال مدینہ میں رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی ص۱۸۲ ج۱، مشکوٰۃ ص۱۲۹)

ان تمام احادیث کو اور خصوصاً آخری حدیث کو بار بار غور سے پڑھیں۔ اور پھر ایک محقق صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

"تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے۔ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ میں قربانی نہیں دی۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ حضور اس سال خود تشریف نہیں لے گئے۔ لیکن اپنی طرف سے کچھ جانور امیرِ کارواں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ کر دیئے۔ کہ وہاں مصرف میں لائے جائیں اگلے سال حضور خود حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہیں جانور ذبح کئے۔ لہذا ہر جگہ قربانی دینا نہ حکم خداوندی ہے نہ سنت ابراہیمی اور نہ سنت محمدی"

(طلوع اسلام ص۳۰ ستمبر ۱۹۴۹ء)

یہ بات مد نظر رہے کہ محقق صاحب تاریخ سے مراد حدیث لیتے ہیں۔

"چونکہ احادیث یقینی نہیں ظنی ہیں۔ اس لئے یہ دین نہیں قرار پا سکتا۔ ان کی حیثیت تاریخ کی ہے۔ (طلوعِ اسلام ص۴۴ اکتوبر ۴۹ء)

محقق صاحب دو غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں

۱۔ احادیث کو ظنی اور غیر یقینی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ احادیث ظنی نہیں۔ یقینی ہیں۔ بلکہ تمام یقینی علوم میں سب سے عمدہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

"تمام علوم یقینیہ اور فنون دینیہ میں سے عمدہ اور ان کا سرّ علم حدیث ہے جس میں جناب افضل المرسلین علیہ السلام کے قول وفعل اور تقریر کا بیان ہوتا ہے۔ تو اس طرح وہ (اقوال و افعال) ظلمت کے لئے چراغ اور ہدایت کے راستوں کے لئے عمدہ مینار ہیں۔ اور گویا ماہتاب جہاں تاب ہیں۔ پس جس نے انہیں یاد کر کے ان پر عمل کیا تو اس نے ہدایت اور مراد پائی۔ اور جس نے ان سے اعراض کیا۔ اس نے اپنی عمر اکارت گنوائی" (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۷ ج۱)

نیز معتزلہ کے سوا مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں۔ کہ احادیث دین کے لئے حجت ہیں۔ اور ان کی حیثیت صرف تاریخ کی نہیں بلکہ وہ یقینی اور غیر ظنی ہیں۔ حافظ ابن حزمؒ لکھتے ہیں

"اہل سنت، خوارج، شیعہ، قدریہ اور تمام فرقے حضور کی ان احادیث کو جنہیں معتبر راوی نقل کریں۔ برابر قابل حجت سمجھتے رہے۔ حتیٰ کہ معتزلہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اس اجماع کو ترک کیا۔ (الاحکام ص۱۱۴ ج۱)

اور مغربی محققین بھی یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ احادیث یقینی اور سچی ہیں۔ غیر یقینی اور ناقابل اعتبار نہیں گولڈ سیہر لکھتا ہے۔

درحقیقت احادیث کی قدامت کے بارے میں ہمیں بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ مثلاً بعض صحابہ کے صحیفے۔

بقیہ صفحہ ۱۷ سے آگے

۱۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔
"ایام قربانی میں اگر خود بکری کو یا اس کی قیمت کو صدقہ کرے تو اس کی قربانی نہ ہوگی"۔

۲۔ درمختار اور رد المختار میں ہے۔
"عید کی قربانیوں میں اور بیت اللہ کے نام زدہ جانوروں میں اور کفارہ عتق بردہ میں قیمت کا ادا کرنا جائز نہیں ہے"۔

۳۔ ہدایہ میں ہے۔
"ایام نحر میں قربانی ذبح کرنا قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ قربانی از قسم واجب ہے یا سنت اور قیمت کا صدقہ کرنا نفل محض ہے۔ سو قربانی قیمت سے افضل ہوئی"

ہدایہ کی اس عبارت کی شرح کے طور پر نہایہ میں لکھا ہے۔

"اس عبارت ہدایہ سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ قیمت کا ترک کرنا جائز ہے۔ بلکہ اگر کوئی غنی صاحبِ نصاب ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے اور قربانی نہ کرے۔ تو واجب قربانی سے سبکدوش نہ ہوگا"

الغرض قربانی کی بجائے مال کا صدقہ کرنا کسی طرح جائز نہیں اور قربانی کی بجائے قومی فنڈ میں رقم جمع کرانے کی تجویز دینی نقطۂ نظر سے قطعاً ناقابلِ تسلیم ہے۔

"خلاصہ"

یہ کہ قربانی کا مقصد اور اس کی غرض و غایت محض خدائے تعالیٰ کی رضاء و مقبولیت کا حصول ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی قربانیاں اسی مقصد کے لئے کی جاتی رہی ہیں۔ قربانیوں کی مقبولیت بہت سے انبیاء کا معجزہ بھی رہا ہے۔ امت مسلمہ میں جو قربانیاں دی جاتی ہیں۔ ان کا بھی مقصد وحید خدائے تعالیٰ کی رضا و مقبولیت کا حصول ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہر سال قربانیاں دیتے رہے اور قربانی دینے کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ اور تمام امت کا اتفاق رہا ہے کہ قربانی شعارِ اسلام میں سے ہے۔ اور حاجیوں کے علاوہ تمام ذی استطاعت مسلمانوں کے لئے واجب ہے یا سنت مؤکدہ۔ علاوہ ازیں قربانی کے بدلہ میں فدیہ دے دینے کی اسلام میں اجازت نہیں

بقیہ صفحہ ۱۹ سے آگے

عشق حقیقی کا مدعی اپنی زندگی میں سچے عشق کا مظاہرہ کرتا ہے معمولی لباس ہے بال بکھرے ہوئے ہیں دنیا ومافیہا سے بے خبر سیر و شکار سے نفرت غرض دیوانے کا سا روپ بنا کر عشق کی کٹھن منزلیں طے کرتا ہوا اپنے محبوب حقیقی کے گھر کا چکر لگاتا ہے۔ ایک حاجی مقامات مقدسہ کی زیارت کرتا ہے۔ اور اپنے اسلاف کی کی تاریخ دہراتا ہے۔ حج ادا کرنے کئی کئی دن تکالیف برداشت کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔ اور پھر وہ اپنے ملک و ملت کی خاطر قربانی کیلئے ہر وقت سینہ سپر رہتا ہے اور وقت آنے پر وہ اپنے تن من۔ دھن کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتا اُس کے دل میں قربانی کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ حج ادا کرنے کے بہت سے سیاسی۔ اجتماعی اور انفرادی فوائد ہیں۔ جن کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ آخر میں باری تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ "مجھے" اور آپ کو حج بیت اللہ اور روضۂ رسولؐ کی زیارت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

بچوں کا صفحہ

حج

برکت اللہ انجم کوہاٹ شہر

پیارے بھائیو! حج اُن ارکانِ اسلام میں سے ایک رُکن ہے۔ جن پر ہر مسلمان کا ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ان ارکان سے انکار کرنے والا یا انہیں صدق دل سے ادا نہ کرنے والا مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے قرآن عزیز میں کئی جگہ حج کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَo (سورۃ آل عمران) ترجمہ:۔ "اور جو لوگ استطاعت یعنی طاقت رکھتے ہوں۔ ان کو حج بیت اللہ کرنا فرض ہے۔ اور جو کوئی انکار کرے تو بے شک اللہ تعالےٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے اتنا مال و دولت دیا ہو تو وہ حج ضرور ادا کرے۔ حج کے متعلق رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس آدمی کے پاس اتنا خرچ اور سواری کا انتظام ہو کہ حج بیت اللہ کے لئے جا سکے اور پھر بھی وہ حج ادا نہ کرے تو اُسے اختیار ہے کہ وہ چاہے یہودی ہو کر مَرے یا نصرانی"۔ اور ایک دوسری حدیث میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اے لوگو! حج کرو غنی بنوگے۔ سفر کرو تو صحتیاب ہوگے"۔ پھر فرمایا کہ "اے لوگو! حج اور عمرہ گناہوں کو ایسا دُور کرتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے مَیل کو دُور کرتی ہے"۔ پیارے بھائیو! قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صاحبِ مال پر حج فرض ہے۔ اور اگر کوئی باوجود دولت مند ہونے کے حج کرنے سے انکار کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک یہودی یا نصرانی۔ اب میں حج کے متعلق چند ضروری باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ حج کے لغوی معنی ارادہ کرنا ہے اور خاص اعمال کے ساتھ خاص مہینوں میں بیت اللہ شریف کی طرف قصد کرنے کا نام حج ہے۔ اور وہ مہینے شوال، ذی قعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں۔ حج کا دن اور مہینہ معین ہے۔ اس کے علاوہ حج کسی اور مہینہ میں ادا نہیں ہو سکتا البتہ عمرہ ہر مہینہ میں ہو سکتا ہے۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ قرانؔ۔ تمتعؔ اور افرادؔ!!!

پیارے بھائیو! جب آپ کراچی کی بندرگاہ سے روانہ ہوں گے تو آپ کا جہاز یلملم میقات کے سامنے سے گذرے گا۔ اس سے پہلے آپ نہا دھو کر احرام باندھ لیں گے۔ اور یہیں سے حج کی نیت کریں گے کچھ دن سفر کرنے کے بعد آپ مکہ پہنچ جائیں گے۔ یہیں آپ بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز نفل پڑھیں گے۔ پھر صفا اور مروہ یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن پر بی بی ہاجرہؓ نے پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے آپ یہاں سعی کریں گے یعنی ان دو پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ دوڑیں گے۔ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو آپ کی روانگی منیٰ کی جانب ہو گی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں قربانی کی جاتی ہے اور مکہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۹ ذی الحجہ کی شب کو آپ یہاں قیام کریں گے۔ اور صبح عرفات کے میدان کی جانب سفر کریں گے۔ یہ مقام منیٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور ایک بہت بڑا میدان ہے۔ آپ یہاں ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا کریں گے۔ سورج غروب ہونے کے بعد آپ کی روانگی مزدلفہ کی جانب ہو گی۔ یہ ایک مقام ہے۔ یہاں آپ ۱۰ ذی الحجہ کی شب گزاریں گے۔ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی عشاء کے وقت ادا کریں گے۔ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو نماز مزدلفہ میں ادا کرکے آپ کی روانگی منیٰ کی طرف ہو گی۔ یہاں پہنچ کر آپ قربانی کریں گے۔ سر منڈائیں گے۔ جمرہ عقبہ کی رمی کریں گے۔ اور اسی دن آپ طوافِ افاضہ کے لئے مکہ شریف جائیں گے۔ اور واپس آکر ۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ کو تینوں جمروں کی رمی کریں گے۔ اور پھر اس کے بعد آخری طواف کرکے آپ فارغ ہو جائیں گے مدینہ منورہ میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر ہے۔ اس لئے ہر مسلمان آپؐ کی زیارت کرنے کے لئے جاتا ہے ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسولؐ کا سرمہ لگائیں ہم

پیارے بھائیو! یہ حج ادا کرنے کا مختصر سا طریقہ تھا اس کے علاوہ کئی دعائیں ہیں جو مخصوص مقامات پر مانگی جاتی ہیں۔

حج کے چند ضروری مسائل:۔ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا، بال یا ناخن کٹوانا، شکار کھیلنا منع ہے۔ احرام کی چادر اس طرح اوڑھی جائے کہ داہنا شانہ کھلا رہے اور سر بھی نہ ڈھانپنا چاہئے۔ جوتے اس قسم کے ہوں۔ کہ جن سے ٹخنہ اور پیر کا بالائی حصہ کھلا رہے۔ طواف میں سات چکر ہوتے ہیں تین ذرا تیزی سے اور مونڈھے ہلا کر کئے جائیں اور باقی اپنی حالت میں۔ طواف میں حجرِ اسود کا بوسہ لینا چاہئے۔ سعی صفا کی پہاڑی سے شروع کرنا چاہئے۔ ۱۲ ذی الحجہ یا اس کے بعد مکہ میں جا کر طواف رخصت کرنا اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا چاہئے۔

حج کے فوائد:۔ پیارے بھائیو! ایک شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ سچی محبت بہت ہے۔ اور میں ان کے ہر فرمان پر جان تک کی بازی لگانے کو تیار ہوں۔ اس

(باقی صفحہ ۱۸ پر دیکھئے)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں با اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔